جمھوریۃ مصر العربیۃ ۱۳ شعبان ۱۴۴۰ھ

وزارت اوقاف ۱۹ اپریل ۲۰۱۹ء

تحویلِ قبلہ کے واقعہ سے حاصل شدہ پند و نصائح اور اسباق

شھرِ شعبان میں امت محمدی پر خداوندی عنایتیں اور ربانی عطیات ان قدر زیادہ ہیں کہ ان کو شمار کرنا یا گننا ناممکن ہے، شھرِ شعبان میں ہم جن عظیم واقعات کی یاد مناتے ہیں اِن میں سے ایک بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف تحویلِ قبلہ کا واقعہ بھی ہے، یہ عظیم واقعہ ہماری اسلامی تاریخ میں ان واقعات میں شمار ہوتا ہے جن میں حق سبحانہ وتعالی نے اپنے حبیب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش کو پورا فرمایا ہے اور نماز میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کعبہ مشرفہ کی طرف رخ کرنے کے بارے میں آپ کی خواہش اور آرزو کو پورا کیا۔

آپ علیہ الصلاۃ والسلام ہجرت سے قبل نماز میں اپنے رب کے حکم سے بیت المقدس کی طرف رخ کرتے تھے اور آپ مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد بھی سولہ یا سترہ ماہ تک نماز میں اِسی طرف رخ کرتے رہے، آپ ایسی وحی کے نزول کے شوق واشتیاق میں تڑپتے رکھتے جس میں آپ کو بیت الحرام کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا جائے، آپ دلی طور پر اپنے رب سے اس کی امید رکھتے تھے اور زبانِ حال سے اس یقین کے ساتھ اللہ سے دعا مانگتے تھے کہ آپ کا رب آپ کی آرزو کو پورا فرمائے گا، تو پس اللہ تعالی نے آپ کی آرزو کو پورا فرمایا اور آپ کو اپنی نماز میں ہی کعبہ مشرفہ کی طرف رخ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اس بارے میں اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے: {قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ}

"اے حبیب! ہم بار بار آپ کے رخِ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں، پس آپ اپنا رخ ابھی مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے، اور اے مسلمانوں: تم جہاں کہیں بھی ہو پس اپنے چہرے اِسی کی طرف پھیر لو"۔

بلاشبہ جو شخص تحویل قبلہ کے واقعہ میں پند ونصیحت حاصل کرنے کی غرض سے غور وفکر کرتا ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس خداوندی تکریم سے حاصل شدہ پند ونصائح اور اسباق سے آگاہی حاصل کرلیتا ہے۔ ان اسباق میں سے سب سے اہم سبق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت، آپ کی رفعت وبلندی اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں آپ کے مقام ومرتبہ کا بیان ہے۔ اور یہ مقام ومرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالی کے اس فرمان میں واضح ہو رہا ہے: {فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا} "سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اِسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں"۔ درحقیقت یہ اللہ تعالی کی طرف سے آپ پر فضل وکرم، اور احسان ہے اور اللہ تعالی کی بارگاہ میں آپ کے عظیم مقام ومرتبے کا بیان ہے اور یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے فرمایا: {وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى} "اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے"۔ اور یہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام پر آپ کے رب کی طرف سے فضل وکرم کے سلسلے کے جاری رہنے کی ایک خوشخبری ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو؟ حالانکہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام وہ ہستی ہیں جن کے سینے کو رب نے کشادہ فرمایا ہے۔ اللہ نے ارشاد فرمایا: {أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ} "کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں فرمادیا"۔ آپ کا بار آپ سے اتار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا: {وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ} "اور ہم نے آپ کا بار آپ سے اتار دیا"۔ آپ کے لئے آپ کے گناہ کو معاف کر دیا ہے۔

ارشاد فرمایا: {إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ} "اے حبیب! بیشک ہم نے آپ کے لئے روشن فتح کا فیصلہ فرما دیا۔ تاکہ آپ کی خاطر اللہ آپ کے عظیم مقام و مرتبہ کے مطابق شمار ہونے والی آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے"۔ آپ کی زبان کی تعریف کی ہے۔ ارشاد فرمایا: {وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى} "اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا"۔ آپ کے دل کی تعریف کی ہے۔ ارشاد فرمایا: {مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى} "دل نے اس حقیقت کو نہیں جھٹلایا جو آپ نے آنکھوں سے دیکھی"۔ آپ کی عقل کی تعریف کی ہے۔ ارشاد فرمایا: {مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى} "تمہارا ساتھی نہ راہ بھولے اور نہ ہی راہ سے بھٹکے"۔ آپ کی نگاہ کی تعریف کی ہے: ارشاد فرمایا: {مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى} "اور آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی"۔ آپ کے معلم کی تعریف کی ہے: ارشاد فرمایا: {عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى} "اس کو بڑی قوتوں والے نے علم سے نوازا ہے"۔ آپ کے خلق کی تعریف کی ہے: {وَإِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظِيمٍ} "اور بیشک آپ خلق عظیم کے مالک ہیں"۔ اور آپ کی پوری ذات کی تعریف کی اور فرمایا: {لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ} "یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونہ ہے"۔

اور تحویل قبلہ کے واقعہ سے حاصل شدہ اسباق میں سے دوسرا سبق امت کا معتدل اور متوسط راستے کو لازم پکڑنا ہے، اس عظیم واقعہ نے اس امت کی میانہ روی کے اصول کو بیان کیا ہے۔ حق سبحانہ وتعالی ارشاد فرماتے ہیں: {وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمّةً وَسَطًا لتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ} "اور اے مسلمانوں! اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو"۔

یہ میانہ روی جس کا مفہوم اس قدر وسیع ہے کہ یہ بغیر کسی افراط و تفریط کے زندگی کے تمام پہلوؤں کو شامل ہے، اس سے مراد عدل وانصاف، حسن وخوبی، اعتدال اور باہمی توازن ہے۔ ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ ہم اس اعتدال پسندی کی طرف لوٹ آئیں جس سے اللہ تعالی نے ہم کو نوازا ہے اور ہم اپنے تمام معاملات میں حقیقی طور پر اعتدال پسند بن جائیں۔ حق سبحانہ وتعالی ارشاد فرماتا ہے: **{وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا}** "اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھا ہوا رکھو اور نہ ہی اسے سارا کا سارا کھول دو کہ پھر تمہیں ملامت زدہ تھکا ہارا بن کر بیٹھنا پڑے"۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: **{وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا}** "اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا ان دو حدوں کے درمیان اعتدال پر مبنی ہوتا ہے"۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " اللہ تعالی نے اسلام میں جس چیز کا بھی حکم دیا ہے شیطان دو جہتوں میں سے کسی ایک جہت سے تیرے پاس آنے کی کوشش کرتا ہے، اور وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ ان میں کسی کے ذریعے تجھ پر وار کرتا ہے، افراط کے ذریعے یا تفریط کے ذریعے" اس لئے ہم پر فرض ہے کہ تفریط اور ادھر ادھر کی راہ اختیار کرنے کی بجائے آسانی اور رواداری کی راہ کو لازم پکڑیں جو کہ کسی قسم کے تشدد اور انتہا پسندی کے بغیر دینی، اخلاقی اور ایک معتدل راہ ہے۔

اور پھر تمام امتوں پر امت محمدی کی گواہی امت پر اس بات کو لازم کرتی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو احسن طریقے سے ادا کرے تاکہ وہ اس گواہی کے قابل ہو سکے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "روزِ قیامت نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا

اور ان سے کہا جائے گا: کیا آپ نے پیغام پہنچا دیا تھا؟ تو وہ کہیں گے: جی ہاں اے میرے رب میں نے پیغام پہنچا دیا تھا، پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کیا انہوں نے آپ کو پیغام پہنچا دیا تھا؟ تو وہ کہیں گے: ہمارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا، تو اللہ نوح علیہ السلام کو فرمائے گا: آپ کے گواہ کون ہیں؟ تو نوح علیہ السلام کہیں گے: محمد اور ان کی امت، پھر تم کو لایا جائے گا اور تم گواہی دو گے"، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: {**وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا**} "اور اے مسلمانوں! اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہو"۔

تحویل قبلہ کے واقعہ سے حاصل شدہ اسباق میں سے ایک سبق مؤمنین کا اللہ اور اس کے رسول کا حکم ماننے میں جلدی کرنا ہے: یہ واقعہ صحابہ کرام کے ہر اس حکم پر اعتماد کرنے کے بارے میں خطِ فاصل ہے جو حکم نبی کریم اپنے رب کے ہاں سے ان کے پاس لے کر آئے۔ ان کے سینوں کو حق کے لئے کشادہ کر دیا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے: {**وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ**} "اور آپ پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم ظاہر کر دیں کہ کون رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے اور کون کون اپنے الٹے پاؤں پھر جاتا ہے، اور بیشک یہ قبلہ کا بدلنا بڑی بھاری بات تھی مگر ان پر نہیں جنہیں اللہ نے ہدایت سے نوازا"۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو فوری طور پر ماننے میں بڑی عمدہ مثالیں قائم کی ہیں۔ نماز کے دوران مسجد اقصی سے مسجد حرام کی طرف رخ پھیرنے کا حکمِ خداوندی آتے ہی مؤمنوں نے اس حکم کی پیروی کی اور فوری طور پر رکوع کی حالت میں

ہوتے ہوئے ہی اپنے رخ بیت المقدس سے بیت الحرام کی طرف پھیر دیے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا: "ہم قباء میں صبح کی نماز ادا کر رہے تھے جب ایک آنے والا ان کے پاس آیا اور اس نے کہا: رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نزول ہوا ہے اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو حکم دیا گیا ہے کہ کعبہ کو قبلہ بنالیں پس تم اپنے رخ اس کی طرف پھیر دو اور اس وقت ان کے چہرے شام کی طرف تھے، انہوں نے اسی وقت کعبہ کی طرف رخ پھیر دیے"۔

انہیں اسباق میں سے ایک سبق نماز کی اہمیت، اس کا مقام و مرتبہ، اور اللہ تعالی کی اپنے بندوں پر وسیع رحمت کا بیان ہے۔ اللہ تعالی نے نماز اور ان دو عظیم واقعات کو اکٹھا بیان فرمایا ہے جن کا شمار تاریخِ اسلام کے انتہائی اہم واقعات میں سے کیا جاتا ہے۔ پہلا واقعہ معجزہء اسراء و معراج ہے جب اسراء و معراج کی رات ساتوں آسمانوں کے اوپر سے نماز فرض کی گئی تاکہ اس کی قدر و منزلت اور بلند مقام و مرتبے کو بیان کیا جائے۔ اور اسی طرح قرآن کریم نے نماز کو واقعہء تحویلِ قبلہ کے ساتھ بھی ذکر کیا ہے اور اسے لفظ ایمان سے تعبیر کیا ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: **{وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ}** "اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کر دے"۔ یعنی تمہاری پہلی نمازیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا تو صحابہ نے کہا: ہمارے اُن فوت شدہ بھائیوں کا کیا بنے گا جو اِس سے پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھتے تھے؟ تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی: **{وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ}** "اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کر دے"۔ یہ بھی اطاعت ہے اور وہ بھی اطاعت ہے۔ اس میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ان کی ادا کی گئی سابقہ نمازوں کی قبولیت کے بارے میں ان کے لئے تسلی ہے۔

اور اس آیت کا اختتام مؤمنین کے دلوں کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی اور تمام لوگوں کے لئے ترغیب کا باعث بنا۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: {إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ} "بیشک اللہ لوگوں پر بڑی شفقت فرمانے والا مہربان ہے"۔ جب اللہ تعالی لوگوں پر بڑی شفقت فرمانے والا بڑا مہربان ہے تو وہ اپنے مؤمن بندوں پر تو سب سے زیادہ شفقت فرمانے والا اور رحمت فرمانے والا ہے۔

تحویلِ قبلہ کے واقعہ سے حاصل شدہ اسباق میں سے ایک سبق مکہ مکرمہ میں مسجدِ حرام اور قدس شریف میں مسجدِ اقصی کے درمیان گہرے ربط کا بیان اور اِن دونوں کے درمیان مضبوط تعلق کا اظہار کرنا ہے۔ مسجد حرام پہلی مسجد ہے جو زمین پر اللہ کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہے اور مسجد اقصی دوسری مسجد ہے۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول: "زمین پر سب سے پہلے کونسی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: مسجد حرام، میں نے کہا: پھر اس کے بعد کونسی مسجد بنائی گئی؟ آپ نے فرمایا: مسجد اقصی، میں نے کہا: ان دونوں کے درمیان کتنی مدت کا فاصلہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: چالیس سال، پس یہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے تو تم نماز ادا کرو پس وہی مسجد ہے"۔

تحویلِ قبلہ کے واقعہ نے دونوں مسجدوں کے درمیاں گہرے تعلق کو بیان کیا ہے اور اسی طرح واقعہء اسراء ومعراج نے بھی ان دونوں کے درمیاں گہرے تعلق کو بیان کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: {سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ البَصِيرُ} "پاک ہے وہ ذات جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گئی جس کے گردونواح کو ہم نے بابرکت بنادیا ہے تاکہ ہم اس بندے کو اپنی نشانیاں دکھائیں، بیشک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے"۔

اسی وجہ سے ان دونوں کی ایک ساتھ حفاظت کرنا اور ان میں سے کسی ایک کے حق میں بھی کوتاہی نہ کرنا ہمارا فرض ہے اور یہ دونوں مساجد تمام مسلمانوں کے ذمے ایک امانت ہے یہاں تک کہ اللہ زمین اور اِس پر رہنے والوں کا وارث بن جائے۔

برادران اسلام!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اپنے تمام مراحل میں مثبت پن کی وجہ سے نمایاں ہے۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام پندرہ سال کی عمر میں حلف الفضول کے معاہدے میں شریک ہوئے جس کی تمام قبیلوں نے ایک دوسرے کو دعوت دی۔ وہ عبد اللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور اس بات پر باہمی پختہ معاہدہ کیا کہ وہ مکہ میں جس بھی مظلوم کو دیکھیں گے خواہ وہ مکہ کا رہنے والا ہو یا باہر سے آیا ہو، تو وہ ہر حال میں اس کی مدد کریں گے اور اس پر ظلم کرنے والے کے خلاف متحد ہونگے یہاں تک کہ وہ اس کا حق اس کو واپس لوٹا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر ایک ایسے حلف نامے میں شریک ہوا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ اس کے بدلے میں میرے پاس سرخ اونٹ ہوں، اور اگر عہدِ اسلام میں بھی مجھے اس کی دعوت دی جاتی تو میں اِس میں شرکت کو پسند کرتا"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پینتیس سال کی عمر میں اپنے کندھوں پر پتھر اٹھا کر کعبہ کی تعمیرِ نو میں حصہ لیا۔ اور آپ نے ایک بہت بڑے اختلاف میں ہونے والی باتوں کو ختم کیا جو اختلاف قریش کے قبیلوں میں اُس وقت رونما ہونے والا تھا جب انکا اس بات میں باہمی جھگڑا ہو گیا کہ اُن میں سے ہر قبیلہ حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر رکھنے کا شرف حاصل کرنا چاہتا تھا۔ انہوں نے آپ کی اس رائے پر عمل کیا جس نے حجرِ اسود کو اس کی جگہ میں رکھنے میں سارے قبیلوں کی نمائندگی کی۔

اور پھر بعثت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مثبت پن میں بھی اِسی طرح نمونہ اور قدوہ ہیں جسے کہ آپ ہر چیز میں نمونہ اور قدوہ ہیں۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ سخی تھے۔ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: "جب جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے اور شہسواروں کا آمنا سامنا ہوتا تو ہم رسول اللہ کی پناہ میں آجاتے تھے، اور ہم میں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ دشمن کے قریب نہیں ہوتا تھا"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کی کھودائی میں بھی اپنے صحابہ کے ساتھ شرکت کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مثبت پن کی ترغیب دی اور منفی پن سے متنبہ کیا۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: "تم میں سے کوئی بھی ہر ایک کی ہاں میں ہاں ملانے والا نہ ہو کہ وہ کہے میں لوگوں کے ساتھ ہوں، اگر لوگ اچھا کام کریں گے تو میں بھی اچھا کام کروں گا اور اگر لوگ برا کام کریں گے تو میں بھی برا کام کروں گا، بلکہ اپنے آپ کو اس بات کا عادی بناؤ کہ اگر لوگوں نے کوئی اچھا کام کیا تو تم بھی اچھا کام کرو اور اگر لوگوں نے برا کام کیا تو تم ظلم نہ کرو"۔

مثبت پن کا مطلب ہے انسان کو اپنے دین اور وطن کے متعلق اپنی ذمہ داری کا شعور ہونا۔ انسان کی اپنے وطن سے محبت صرف جذبات، احساسات اور مشاعر تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ اس کو اپنی طرزِ حیات اور عمل کے قالب میں ڈھالنا چاہیے۔ مثبت انسان وہ ہے جو اپنے معاشرے کے مسائل سے آگاہ ہوتا ہے، اپنے گرد ونواح سے متاثر ہوتا ہے اور ہر نفع بخش کام کے ذریعے اس میں اچھا تاثر پیدا کرتا ہے۔

بلاشبہ مثبت پن کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہر اس کام میں سنجیدگی کے ساتھ شرکت کرنا ہے جو معاشرے کی خدمت کرے۔ ملکوں کی تعمیر وترقی اور ان کے امن واستقرار کے برقرار رکھنے کا سبب

بنے، خواہ یہ کام ملک کا دفاع کرنے کے ذریعے ہو یا کام وکاج میں محنت وسنجیدگی اور پختگی کے ذریعے ہو یا فرزندانِ وطن کے درمیان باہمی مہربانی وشفقت اور کفالت کے ذریعے ہو یا تمام دستوری اور قومی حقوق میں سنجیدگی کے ساتھ مثبت کردار ادا کرنے کے ذریعے ہو جبکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ ملک کی رفعت وبلندی کے لئے پیش کرنے والی ہر خدمت میں امانت داری کے اس اعلی ترین مقام پر فائز ہو جس کا احساس ایک آزاد قومی ضمیر اپنے ملک کے ہر باعزت شخص کو دلاتا ہے۔ احمد شوقی کہتا ہے: "ہر آزاد شخص کے خون میں ملک کا ایک سابقہ احسان اور ایک واجب الادا قرض ہے"۔

اے اللہ ہمیں حق دکھا اور اس کی پیروی نصیب فرما اور ہمیں باطل دکھا اور ہمیں اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما، اور عالمِ اسلام کے تمام ممالک کی حفاظت فرما۔ آمین